زكاةَ الفِطرِ طهرةً لِلصيامِ مِن اللَّغوِ والرَّفثِ وطُعمَةً لِلْمَساكِينِ، مَن أدّاها قبلَ الصلاةِ فهي زكاةٌ مقبولةٌ، ومَن أداها بعدَ الصلاةِ فهيَ صدقةٌ مِن الصدقاتِ" [المستدرك ١٤٨٨ صححه الحاكم والذهبي على شرط البخاري، وصححه الألباني ٣٥٧٠ صحيح الجامع] "رسول اللہ ﷺ نے روزے کو بیہودگی اور فحش گوئی سے پاک کرنے اور مساکین کی خوراک کے لیے فطرانہ مقرر فرمایا۔ جو اسے نمازِ عید سے پہلے ادا کرے، تو یہ قابل قبول فطرانہ ہے۔ اور جو نمازِ عید کے بعد ادا کرے تو عام صدقہ ہے۔"

فطرانے کا مصرف فقط "مساکین" ہیں۔ اسے دیگر مصارفِ زکاۃ میں استعمال نہیں ہونا چاہیے۔ واللہ اعلم

{2} تکبیراتِ عید: اللہ تعالیٰ نے روزے کی فرضیت کے ساتھ یہ ارشاد بھی فرمایا ہے: ﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝﴾ [البقرة ١٨٥] "اور تا کہ تم روزوں کی گنتی پوری کرو اور ہدایت عطا فرمانے پر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو اور تا کہ تم شکر گزاری کریں۔"

علماء کہتے ہیں: تکبیراتِ عید کا وقت شوال کا چاند دیکھنے سے نمازِ عید کی ادائیگی تک ہے۔

{3} نمازِ عید: یہ نماز نہا دھو کر اور صاف اجلے کپڑے پہن کر نمازِ اشراق کے وقت پڑھنا سنت نبوی ہے۔ حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ نمازِ عید کے لیے نکلے، اور نمازِ اشراق کے وقت تک گورنر صاحب کی آمد میں تأخیر پر اعتراض کرتے ہوئے بیان کیا: "إنّا كنّا قدْ فرغنا ساعتَنا هذهِ" وذلك حينَ التسبيحِ. [البخاري باب ١٠ التبكير إلى العيد تعليقًا، أبو داؤد ح: ١١٣٧، ابن ماجه ١٣١٧، المستدرك ١٠٩٢ قال الحاكم: على شرط البخاري وصححه الألباني] "ہم تو اب تک نمازِ عید سے فارغ ہو چکے ہوتے۔" اور یہ تسبیح (یعنی نمازِ اشراق) کا وقت تھا۔"

نمازِ عید ایک مستقل شرعی عبادت ہے۔ عید کی پر تکلف ماڈرن خصوصی تیاریوں اور ڈیکوریشن کی خاطر اس کی ادائیگی میں زیادہ تأخیر نہیں کرنا چاہیے۔

{4} شوال کے چھ روزے: فرمانِ نبوی ہے: "مَن صامَ رمضانَ ثم أتبعَه ستًّا مِن شوالٍ كان كصيامِ الدهرِ" [مسلم ح: ٢٨١٥ عن أبي أيوب رضي الله عنه] "جس نے رمضان شریف کے روزے رکھے، اس کے بعد ماہِ شوال میں چھ روزے بھی رکھ لیے، تو گویا اس نے سارا زمانہ روزہ رکھا۔"

{5} دوامِ تقویٰ: حلال اشیاء پر کنٹرول اور عبادت کا عادی بن کر بندہ "تقویٰ" کے جس معیار پر پہنچا ہے، اسے آئندہ زوال پذیر ہونے سے بچانے کی کوشش کرنا لازمی ہے۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝﴾ ❁❁❁❁

﴿لتکبروا اللّٰہَ علی ما ھداکم﴾

خطبہ عید الفطر

ڈاکٹر حبیب الرحمٰن حنیف۔ پروفیسر الجامعة الطيبة ينبوع   تہذیب: ابوعزام

حمد وثناء کے بعد: اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بہت زیادہ ہیں۔ ان میں سے سب سے بڑی نعمت اسلام، ایمان اور عقیدہ توحید کی نعمت ہے۔ کیونکہ دیگر نعمتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پسندیدہ بندوں اور ناپسندیدہ دشمنوں سب کو دی ہیں۔ لیکن توحید اور عقیدہ کی امتیازی نعمت صرف اپنے پسندیدہ بندوں کو عطا فرمائی ہے۔ لہٰذا ہمیں اس نعمت کی خصوصی حفاظت کرنی چاہیے۔ اگر یہ نعمت چھن گئی، تو دنیا و آخرت دونوں برباد ہوں گے۔ ہمارے اندر یہ عقیدہ پہاڑ جیسا مضبوط ہونا چاہیے کہ غیب کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، اس کے سوا کسی کو غیب کا علم نہیں ہے۔ اگر کوئی غیب کا دعویٰ کرتا ہے، تو وہ کاہن ہے۔ کوئی کاہن کے پاس جا کر اس سے صرف سوال کرے، تو اس کی چالیس دن کی نمازیں قبول نہیں ہوں گی۔ اور اگر کوئی اس کی تصدیق بھی کرے، تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ''فَقَدْ کَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ'' [ابن ماجه ٦٣٩ وصححه الألباني، أحمد ٩٥٣٢ وحسنه الأرنؤط] ''اس نے محمد ﷺ پر اتارے گئے دین سے کفر کیا۔'' اس لیے جسم و جان اور مال و دولت سے بڑھ کر توحید کی دولت کی حفاظت ضروری ہے۔

عقیدے کے بعد سب سے زیادہ اہمیت اسلام میں نماز کی ہے۔ کیونکہ قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا، جس کی نماز ٹھیک ہوگی تو دوسرے اعمال بھی ٹھیک ہوں گے۔ اس لیے نماز وقت پر باجماعت ادا کریں۔ جس کو نماز کی توفیق ہوتی ہے۔ مسجد آباد کرنے کی توفیق ہوتی ہے، وہ مؤمن ہے۔ اس کی ایمان کی گواہی قرآن میں آئی ہے فرمایا: ﴿اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ﴾ ''جس کسی کو ہر وقت مسجد آتے جاتے دیکھیں، تم اس کے مؤمن ہونے کی گواہی دو۔'' [الترمذي ٢٦١٧ وحسنه]

نماز کے بعد سب سے زیادہ اہمیت زکاۃ کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نماز کے ساتھ ساتھ زکاۃ کا بھی حکم دیا ہے۔ زکاۃ نماز کا ساتھی ہے، یہ اسلام کا تیسرا رکن ہے۔ اگر کوئی نماز تو پڑھے لیکن زکاۃ ادا نہ کرے تو وہ صحیح مسلمان نہیں ہے؛ کیونکہ صدیق اکبرؓ نے فرمایا: '' وَاللهِ لأقاتلنّ مَن فرّق بين الصلاة والزكاة'' [متفق عليه] جو یہ کہے کہ وہ نماز تو پڑھے گا لیکن زکاۃ دینے سے انکار کرے تو اللہ کی قسم میں ان کے ساتھ جنگ کروں گا۔ صحابہؓ نے مرتدین کی طرح زکاۃ نہ

دینے والوں کے ساتھ بھی جنگ کی ہے۔ لہٰذا زکاۃ مال میں اللہ کا حق ہے، اس حق کو ادا کریں۔ کسی کے پاس ۸۵ گرام یا زیادہ سونا ہے، یا کسی کے پاس ۵۹۰ گرام یا زائد چاندی ہے، کسی کے پاس ۳۳۶۴۱ روپے موجود ہوں، چاہے گھر میں ہوں یا بنک میں، یا تجارتی سامان کی شکل میں اور اس پر سال کا عرصہ گزرا ہو، تو اس پر ڈھائی فیصد زکاۃ واجب ہے۔ زکاۃ اللہ کے بیان کردہ آٹھ قسم کے افراد میں سے کسی کو دینا، یہ اللہ کا حق ہے۔ اس حق کو ادا کریں۔

زکاۃ کے بعد اسلام میں روزہ کا درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی توفیق دی اور ہم آج اس کے شکرانے میں عید ادا کر رہے ہیں۔ ﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلٰى مَا هَدَاكُمْ﴾ ''اور تم گنتی کے ایام پوری کر کے اللہ کی بڑائی بیان کرو، اس بات پر کہ اس نے تم کو ہدایت عطا فرمائی۔'' رمضان المبارک کے بعد کوئی چھ دن کا روزہ رکھے، تو اس کے لیے '' فكأنما صام الدهر كله '' ساری زندگی روزہ رکھنے کا ثواب ملے گا۔ مسنون روزوں میں ''ایام بیض'' کے روزے اور ہر ہفتے میں سوموار اور جمعرات کا روزہ رسول اللہ ﷺ کو بہت پسند تھا۔

روزہ کے بعد اسلام میں حج کی اہمیت ہے۔ ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ ''اور لوگوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ جس کے پاس استطاعت ہو وہ بیت اللہ کا حج کرے۔'' جس کے پاس حج بیت اللہ کی استطاعت ہے، اس کے لیے فوری طور پر فریضہ حج ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر کسی پر حج فرض ہو گیا اور حج کیے بغیر فوت ہو جائے تو اس کے ورثاء پر اس کی طرف سے حج کرنا ضروری ہے۔ اس کی جائیداد تقسیم کرنے سے پہلے اللہ کا یہ حق ادا کرنا ضروری ہے۔ لیکن سوچیے کیا آپ یہ گارنٹی دے سکتے ہیں کہ کل آپ کا مال تقسیم کرنے میں جھگڑنے کے بجائے وارثین آپ کا حج ادا کریں گے؟ لہٰذا جس کے پاس بیت اللہ کی زیارت کا خرچہ ہے وہ حج ادا کریں۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنے دور خلافت میں گورنروں کو خط لکھا کہ ان تمام مسلمانوں کی فہرست ارسال کر دیں، جن پر حج واجب ہونے کے باوجود انہوں نے فریضہ حج ادا نہیں کیا ہے۔ '' أَضْرِبُ عَلَيْهِمُ الْجِزْيَةَ '' میں ان سے غیر مسلموں کی طرح جزیہ (ٹیکس) وصول کروں گا۔ کیونکہ '' ماهم مسلمين ماهم مسلمين '' وہ مسلمان نہیں ہیں، وہ مسلمان نہیں ہیں۔ معلوم ہوا کہ اسلام کی عمارت کو قائم رکھنے کے لیے حج فرض ہونے کے بعد اس کی ادائیگی بھی ضروری ہے۔ یہ پانچ چیزیں اسلام کی بنیاد ہیں۔ اس کے بعد اللہ پر، رسولوں پر، کتابوں پر، فرشتوں پر، تقدیر پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھنا ہمارے دین کا حصہ ہے۔

یہ دین اسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمارے لیے ایک بہت بڑا انعام ہے۔ یہ دین ہم سب کا مشترک دین ہے کسی ایک کی جاگیر نہیں ہے۔ اس پر ہم سب کا حق ہے۔ اس لیے اس دین کی بڑھ چڑھ کر خدمت کرنا چاہیے۔ علمائے

کرام، عوام اور ہر بڑے، چھوٹے، مرد اور عورت پر اپنے اپنے انداز میں اس دین کی خدمت ضروری ہے۔ اگر آج ہم اس دین کی خدمت نہ کریں تو یہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو نہ میری خدمت کی ضرورت ہے نہ آپ کی، یہ دین اللہ کا ہے۔ اللہ خود اس کی حفاظت فرمائے گا۔ ﴿وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ إِلَّا هُوَ﴾ اللہ کے لشکر کا حساب وکتاب صرف اسی کو ہے۔ اللہ تعالیٰ کا لشکر بے حساب ہے۔ اگر وہ چاہے تو آسمان سے ابابیل بھی بھیج سکتا ہے...... لیکن کسی کو دین کی خدمت کی توفیق نصیب ہو جائے تو یہ سعادت مندی ہے۔ اس لیے اس دین کی خدمت کریں۔ اگر کسی کو دین کی حفاظت کی توفیق ہوتی ہے، نماز پڑھنے کی توفیق ہوتی ہے اور وہ قرآن وحدیث کے قریب ہے، تو وہ احسان ہرگز نہ جتلائے۔ احسان جتلانے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ غنی اور بے نیاز بادشاہ ہے۔ ﴿یَاأَیُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ إِلَى اللهِ﴾ اے لوگو! تم محتاج اور فقیر ہو، تم اللہ کے محتاج ہو، اللہ تمہارا محتاج نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو غنی، بے نیاز بادشاہ ہے۔ اس لیے ہر ایک اپنی استطاعت کے مطابق دین اسلام کی خدمت کریں۔

دور حاضر میں اگر آج ہم آخرت سے دور ہوئے ہیں، ہمارے اندر مادیت پرستی آ گئی ہے اور ہم دنیا کے پیچھے پڑ گئے ہیں، تو اس کے بہت سے اسباب ہیں؛ ان میں سب سے اہم سبب یہ ہے کہ ہم آخرت کو بھول گئے ہیں۔ آخرت پر ہمارا یقین کمزور ہو گیا ہے۔ جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آخرت کے قریب ہونے کا یقین تھا۔ حضرت نواس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اللہ کے نبی ﷺ نے ایک دفعہ دجال کا تذکرہ کیا۔ مجلس سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد سے باہر کھجوروں کے باغات میں دجال کی تلاش شروع کر دی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آخرت کو بہت قریب سمجھتے تھے۔ ان کو یہ خطرہ تھا کہ شاید دجال ہماری زندگی ہی میں آ جائے۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل نرم تھے اور دنیا کی ان کی نظروں میں کوئی اہمیت نہ تھی؛ لیکن ہمیں کیا ہو گیا ہے؟! شاید ہم اس دور میں دنیاوی چمک دمک کے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ ہم سائنسی ترقی دیکھ کر غرور اور دھوکہ کھا رہے ہیں اور آخرت کو بہت دور سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ہم آخری زمانہ میں ہیں اور قیامت سے بالکل قریب ہیں۔ ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ﴾ قیامت قریب ہوگئی اور چاند ٹوٹ گیا ہے۔ ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِیْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾ لوگوں کے حساب کا وقت قریب ہو چکا اور وہ غفلت میں اعراض کر رکھے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بُعِثْتُ أنا والساعةُ کهاتینِ" جس طرح شہادت اور درمیانی انگلی قریب ہے قیامت بھی اتنی قریب ہو چکی ہے۔ "بعثتُ فی نسمةِ الساعةِ" قیامت کی ہوا کے جھونکے میں مجھے مبعوث کیا گیا ہے۔ "کادت تسبقنی" مجھے یہ خوف ہے کہ قیامت مجھ سے سبقت لے جائے۔

قیامت کب برپا ہوگی؟ اس کا علم اللہ کے پاس ہے۔ ﴿يَسْئَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّىْ فِى كِتَابٍ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ﴾ ''وہ آپ سے قیامت کے بارے میں بارے میں سوال کرتے ہیں کہ قیامت کب برپا ہوگی؟ آپ کہہ دیجئے اس کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب میں ہے، اس کو ظاہر نہیں کرے گا مگر وہ اسی وقت۔'' اللہ کے رسول ﷺ نے قیامت کی علامات بیان فرمائی ہیں۔ ان علامتوں کی دو قسمیں ہیں: ایک بڑی علامتیں اور دوسری چھوٹی علامتیں۔ قیامت کی بڑی علامتوں کی تعداد دس ہے۔ یہ علامتیں قیامت کے انتہائی قریب رونما ہوں گی؛ جن کے فوراً بعد قیامت قائم ہوگی۔ اور یہ علامتیں یکے بعد دیگرے ظاہر ہوں گی۔ یعنی ایک علامت ظاہر ہونے کے بعد دوسری علامت ظاہر ہوگی۔ جس طرح ایک ہار ٹوٹنے سے اس کی موتیاں یکے بعد دیگرے گرتی ہیں۔

قیامت کی چھوٹی علامتوں کی تعداد ۶۰ ہے۔ ان میں سے تقریباً ۵۰ سے زائد علامتیں ظاہر ہوگئی ہیں۔ باقی آٹھ دس علامتیں کب واقع ہوں گی؟ معلوم نہیں، بڑی علامتوں کے ساتھ ساتھ ظاہر ہوں گی یا ان کے بعد۔ جس طرح خانہ کعبہ کو گرایا جانا، قرآن مجید کا اٹھ جانا وغیرہ۔ اس لیے قیامت بالکل قریب ہو چکی ہے، اسے دور نہ سمجھیں۔ ہمارا دل اگر سخت ہوا ہے اور دنیا کے پیچھے لگ گیا ہے، تو اس کا ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ہم نے آخرت کو بہت دور سمجھا ہوا ہے۔

میرے محترم جوانو! آپ قوم کے معمار اور مستقبل ہیں۔ نوجوانوں کی جوانی کو اسلام میں بہت بڑا مقام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن جب تک انسان تین سوالوں کا جواب نہ دے اپنا پاؤں ہلا ہی نہیں سکے گا۔ ان میں سے ایک سوال یہ ہے: ''عن عمره فيما أفناه'' اے انسان تو نے اپنی زندگی کن چیزوں میں گزاری؟ یعنی اس کی عمر کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ عمر کے بعد یہ سوال بھی ہوگا: ''وعن شبابه فيما أبلاه'' کہ تم نے اپنی جوانی کس طرح گزاری؟ جوانی کی اللہ کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہے۔ اس لیے خصوصی طور پر اس کے بارے میں الگ سوال ہوگا۔

جوان عبادت الٰہی کی پابندی کرے۔ قوت، طاقت اور شہوت کے باوجود اللہ و رسول ﷺ سے قربت رکھے۔ دین کی تعلیمات پر عمل پیرا رہے، نماز وقت پر ادا کرتا رہے، نوجوانی کی طاقت اللہ تعالیٰ کی راہ میں استعمال ہوتی رہے۔ تو اس کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''وشابٌّ نشأ فِى عبادةِ اللهِ'' قیامت کے دن حشر کے میدان میں جب کوئی سایہ نہیں ہوگا، ہر انسان اپنے پسینے میں ڈوبا ہوگا۔ اس روز اللہ تعالیٰ سات قسم کے لوگوں کو اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائے گا۔ ان سات میں سے ایک قسم وہ نوجوان ہے جس نے اپنی جوانی اللہ کی اطاعت میں گزاری۔

نوجوان اگر درست ہوجائے تو معاشرہ درست ہوگا۔ نوجوان اگر خراب ہوجائے تو معاشرہ بھی بگڑ جائے گا۔
یہ حقیقت جب اسلام دشمن طاقتوں کو معلوم ہوئی، تو دور جدید کے مغربی، صہیونی، ماسونی طاقتیں آپ نوجوانوں کو دین، مسجد، مدرسہ، اللہ و رسول ﷺ اور قرآن و حدیث سے دور رکھنے کے لیے سازشیں کررہی ہیں۔ ان سازشوں سے آپ کو آگاہ رہنا چاہیے؛ کیونکہ مسلمان ہوشیار رہتا ہے، بیوقوف نہیں ہوتا۔ ان طاقتوں نے سکول کے طالب علم کے ذہن میں یہ بات ڈالی ہوئی ہے کہ میں میڈیکل یا انجینئرنگ کا سٹوڈنٹ ہوں، قرآن و حدیث سے میرا کیا تعلق؟ یہ مولویوں کا کام ہے۔ اس طرح ایک خلا پیدا کیا گیا ہے۔ یہ فکری وار ہے جو ہمارے نوجوانوں کے ذہنوں میں ڈالا گیا ہے، جو ان کی کامیاب سازشوں میں سے ایک ہے۔

میرے محترم اہل توحید نوجوانو! آپ کو اللہ نے توحید کی نعمت سے نوازا ہے۔ ہمارے خلاف دشمنوں کی سازشوں سے آگاہ ہونے کے بعد خود کو ان سے بچا کے رکھنا ہوگا۔ اور اس کے بعد دوسرے نوجوانوں کو بچانا بھی آپ کی ذمہ داری ہے۔ اگر آپ درست ہوجائیں تو اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا بہت بڑا مقام ہے۔ اگر آپ بگڑ جائیں تو اس کا نقصان کسی اور کو نہیں، خود آپ کا ہوگا۔ دین سے دور ہونے کا نقصان کسی اور کو نہیں ہوتا صرف اسی کو ہوگا جو اس سے دور ہے۔

میرے محترم بھائیو! اسلام میں توحید کے بعد سب سے زیادہ حق والدین کا بیان ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توحید کا حکم دینے کے بعد والدین کی اطاعت، خدمت اور ان کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔ والدین اگر زندہ ہیں تو ان کی زندگی میں ان کے ساتھ احسان کرو، ان کے ساتھ احسان یہ ہے کہ ان کی خدمت کی جائے۔ والدین زندگی بھر کما کے ہمیں کھلاتے ہیں۔ لیکن عمر کے آخری حصے میں، بڑھاپے کی عمر میں ان کو ہماری ضرورت ہوتی ہے۔ والدین کی خدمت سے اللہ تعالیٰ مال اور اولاد میں برکت عطا کرتا ہے۔ جس طرح آپ ان کے ساتھ بھلائی کریں گے آپ کی اولاد بھی آپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گی۔ اگر کوئی والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ بھلائی نہ کرے، ان کے ساتھ بُرا سلوک کرے تو اس کا بدلہ اللہ آخرت سے پہلے دنیا میں ہی دکھائے گا۔ باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے، ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی جنت والدین کی خدمت کر کے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک ان کی وفات کے بعد بھی ختم نہیں ہوتا، اس لیے ان کی وفات کے بعد بھی ان کے ساتھ احسان کا سلسلہ جاری رکھیں۔ ان کو دعاؤں میں یاد رکھنا، ان کے لیے مغفرت کی دعا کرنا بھی احسان کا حصہ ہے۔ "أو ولد صالح يدعو له" انسان کے دنیا سے جانے کے بعد اس کی نیکی کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے؛ لیکن کسی کی نیک اولاد اپنے والدین کے لیے دعا کریں تو اس کا اثر والدین کے